JQSS *(Journal of Quranic and Social Studies)*
2022, 2(2), 22-29

دعوتِ حق کے اصول و آداب

Muhammad Owais
M. Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta

Muhammad Farooq
Lecturer, Balochistan University of Information Technology, Engineering and Management Sciences

Keywords
Principles, Manners, Daa,vat-e-haq, Preaching, Prime Purpose, Fundamentally

Mohammad Owais, and Mufti Muhammad Farooq (2022) Principles and manners of daa'vat-e-haq, *JQSS, Journal of Quranic and Social Studies*, 2(2), 22-29.

Abstract: *Fundamentally, the literally meaning of preaching is to call people for good. The prime purpose of the Allah's prophets on earth was preaching in order to place people on the right path. The teaching of prophethood is based on the principles of preaching. The Holy Quran calls the word of preaching as the worship of Almighty, in the way God, for the sake of good. In the book of Allah, the glorious word of preaching is explained in different ways. Importantly, there is a dire need to follow and accept these proposed traits of preaching. If someone does not follow these suggestive principles, he/she will not be considered as a true believer. Basically, the preaching has two distinguish things: the wisdom and the advice. Those who are in doubt are continuously arguing in the process of preaching. In such condition the Holy Quran gives the lesson of argumentation and discussion with productive consequences. Any discussion without robust arguing power has no place in the womb of Deen (Sharia).*

Corresponding Author: Email: Abokhalid.ok@gmail.com

Content from this work is copyrighted by *JQSS* which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific

مفسر الاکلیل کا تعارف

نام و نسب:

نام عبدالرحمٰن بن ابی بکر محمد کمال الدین لقب جلال الدین کنیت ابوالفضل ہے، پورا نسب اس طرح ہے: عبدالرحمٰن بن ابی بکر محمد کامل الدین بن سابق الدین بن عثمان فخر الدین بن ناظر الدین السیوطی، سیوط کی طرف منسوب ہے جس کو اسیوط بھی کہتے ہیں، سیوط دریائے نیل کے غربی جانب ایک شہر ہے، یہی پہ محلّہ خضریہ ہے جو سوقِ خضر کے نام سے مشہور ہے، یکم رجب ۸۴۹ھ بعد مغرب پیدا ہوئے اور راپنے عصر کے پائے کے ائمہ فنون میں شمار ہوتے تھے۔

تحصیل علوم:

آپ بچپن ہی میں یعنی پانچ سال سات ماہ کی عمر میں ہی سایہ پدری سے محروم ہوئے۔[1] اس لئے والد کی وصیت کے مطابق چند بزرگ علماء کی سرپرستی میں رہے، جن میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی بھی تھے، موصوف نے آپ کی بہت توجہ کے ساتھ پرورش فرمائی، لہٰذا آٹھ سال سے کم عمر میں قرآن مجید حفظ فرمایا اور پھر اس کے بعد منہاج الاصول اور الفیہ ابن مالک وغیرہ کتابیں حفظ کیں، اسی طرح شیخ شمس مرزبانی حنفی اور شیخ شمس سراجی سے بہت سی درسی اور غیر درسی کتابیں درساً پڑھیں، ان کے علاوہ بھی بہت سے اساتذہ علم وفنون کے حلقۂ درس میں شرکت فرمائی۔

حصول علم کے بعد ۸۷۰ھ میں افتاء کا کام شروع کیا، اور ۸۷۲ھ سے املاء میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے اپنی کتاب "حسن المحاظرۃ" میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے۔[2]

آپ اپنے زمانہ میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، آپ نے خود فرمایا کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں حفظ ہیں، اور اگر مجھے مزید احادیث مل جاتی تو وہ بھی حفظ کرلیتا۔ چالیس سال کی عمر میں آپ قضاء وافتاء وغیرہ سے سبکدوش ہو کر گوشہ نشین ہوئے اور ریاضت، عبادت ورشد وہدایت میں مشغول ہوئے۔ آپ کے استغناء کا عالم یہ تھا کہ امراء واغنیاء آپ کی خدمت میں قیمتی تحائف پیش کرتے مگر آپ قبول نہ کرتے۔ سلطان غوری نے آپ کی خدمت میں ایک خصی غلام اور ہزار اشرفیاں بطور تحفہ بھیجی مگر آپ نے اشرفیاں واپس کی اور غلام کو آزاد کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ کا خادم بنایا۔

علمی خدمات:

داؤد مائل کے بقول آپ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو سے متجاوز ہے، آپ کی تصانیف میں سب سے پہلی تصنیف "شرح استعاذۃ وبسملہ" ہے، علوم القرآن پر آپ کی تالیف "الاتقان فی علوم القرآن" نہایت اہم اور مشہور کتاب ہے۔

ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علامہ سیوطیؒ کی سوانح میں بحوالہ ملفوظات عزیزیہ میں فرماتے ہیں:

> "پچھلوں کی عمر اور ان کی اوقات میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا تھا، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ مصری کی وفات تک ابتدائی پندرہ سال جو چھوٹی عمر ہوتی ہے خارج کرکے ان کی تصانیف کے اوراق کو شمار کیا جائے تو ہر روز بارہ ورق بنتے ہیں (حیرت ہے کہ) انہوں نے کب حج کیا، کب قرآن حفظ کیا، کب علوم حاصل کیے، اور درس وتدریس کی"۔[3]

وفات:

آپ کی وفات ۹۱۱ھ میں بمطابق ۱۵۰۵ء ماہ جمادی الاول کے ۱۹ تاریخ کو جمعہ کی رات سحری کے وقت اپنے گھر بمقام روضۃ المقیاس میں ہوئی، آپ کو آخری عمر میں دائیں بازو میں شدید تکلیف محسوس ہوئی، ورم آیا اور سات دن تک اسی بیماری میں رہے۔ اس طرح آپ ۶۱ سال ۱۰ مہینے ۱۸ دن آپ اس دنیا میں رہے۔[4] اور آپ کے جنازے میں جم غفیر شریک ہوئی، جمعہ کے دن باب ترانہ کے باہر حوش توصون میں دفن کیے گئے۔[5]

الاکلیل فی استنباط التنزیل کا مختصر تعارف:

علامہ سیوطیؒ نے اس تفسیر میں صرف ان آیات کی تشریح کی ہے جن سے مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے، اور یہ تفسیر احکام القرآن سے متعلق دیگر تفاسیر کی طرح بھی نہیں ہے کہ جس میں مؤلفین نے صرف فقہی مسائل کا ذکر کیا ہے، بلکہ اس تفسیر میں مختلف علوم کے مباحث کا بیان ہوا ہے، ان کا تعلق فقہ، تصوف، عقائد، معاملات، معاشرت یا سیاست سے ہو، یا دوسرے فنون سے ان کا تعلق ہو، اور کہیں کہیں پر اگر کسی تفسیر کے ساتھ بعض اعتبارات سے من وجہٍ مماثلت پائی بھی جائے تو دوسری وجوہات کی بناء پر مختلف بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ تفسیر کئی وجوہات کی بناء پر دوسرے تفاسیر سے ممتاز ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے اپنے اس تفسیر میں پانچ سورتوں (سورۃ الحاقۃ، سورۃ النازعات، سورۃ القارعۃ، سورۃ الفیل اور سورۃ الکافرون) کی تفسیر بیان نہیں کی ہے، اس کے علاوہ باقی تمام سورتوں کی مختلف آیات کی تفسیر اپنے انداز سے بیان کی ہے۔ دکتور عامر بن علی العرابی نے بہت ہی شاندار الفاظ سے آپ کا اسلوب تفسیر بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ سورۃ کے چند آیات ذکر کرکے ان سے متعلق تفسیری اقوال، استدلالات عمدہ نکتے بیان کرتے ہیں۔

۲۔ پہلے آپ ﷺ پھر صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ ائمہ اربعہ پھر اپنے شیوخؒ کے اقوال اور استنباطات بیان کرتے ہیں۔

۳۔ علامہ سیوطیؒ چونکہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کے اندر ہر چیز کا ذکر ہے اسی لئے آیت سے متعلق فقہاء، اصولیین، اصحاب عقائد، اہل لغت، تصوف اور مختلف عرف و پیشہ رکھنے والوں کے استدلالات ذکر کرتے ہیں۔

۴۔ کبھی آیت کا ابتدائی حصہ ذکر کرکے آیت کے درمیان کے مخصوص حصے سے متعلق بحث شروع کرتے ہیں، اور پھر آیت کے آخری الفاظ لکھ کر آیت سے متعلقہ مسائل واحکام بیان کرنا شروع کرتے ہیں۔ کبھی آیت کی تفسیر پہلے اور استدلال بعد میں، کبھی اس کا برعکس بیان کرتے ہیں۔

۵۔ جہاں عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی وہاں کتابوں کا حوالہ دے کر بات ختم کردیتے ہیں، کبھی آیت سے متعلقہ احادیث کی طرف اشارہ کرکے موضوع پر بات شروع کردیتے ہیں۔

۶۔ اکثر و بیشتر احادیث اور آثار کے اسانید حذف کردیتے ہیں، شاذ و نادر ہی کبھی کوئی سند ذکر کرتے ہیں۔

۷۔ مخالف کا قول اور دلیل یا تو بالکل ذکر ہی نہیں کرتے یا ان کا قول، توجیہ اور دلیل نام لئے بغیر بیان کرتے ہیں۔ اور کبھی مخالف کا نام ذکر کرکے دلیل اور توجیہ کا ذکر نہیں کرتے۔ کبھی مخالف کا قول، دلیل اور توجیہ تینوں کا ذکر کردیتے ہیں۔

۸۔ اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ فقہی اعتبار سے اپنے مخالف امام کا قول اور دلیل ذکر کرکے پھر دونوں کا آپس میں ایک دوسرے پر رَد یا ان میں سے ایک کا رَد ذکر کرتے ہیں۔

9۔ بسا اوقات احادیث کو نہ لفظاً ذکر کرتے ہیں، نہ معنیً، صرف اشارہ کرکے مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ [6]

مفتی اور داعی حق کی ذمہ داری

حضرت یوسف علیہ السلام سے جب جیل کے ساتھیوں نے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کھانا آنے تک میں آپ دونوں کو خواب کی تعبیر بتادوں گا لیکن پہلے میں آپ کو اپنا تعارف کرواتا ہوں کہ میں کون ہوں۔

عالم، مبلغ اور داعی کو اپنے کام کی اسی طرح فکر رہنی چاہئے اور وہ اپنے دعوت کے مواقع پیدا کرے اور ایسے موقع پر خاص طور سے راستہ نکل آتا ہے جب کسی بے دین یا گمراہ کو مبلغ اور داعی کی ضرورت پڑھ جائے اور وہ اپنی حاجت لے آئے تو اس موقع کو غنیمت جان کر حق کی دعوت دے ڈالے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی پر عمل کرتے ہوئے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے توحید کی تبلیغ فرمادی اور بظاہر مخاطب بھی یہ دو حضرات تھے جنہوں نے تعبیر پوچھی تھی لیکن حقیقت میں جیل کے تمام افراد کو توحید کی دعوت کا موقع مل گیا، کیونکہ ان دو حضرات سے جو بات کہی جارہی تھی اس کے سننے میں سب شریک تھے، اس لئے خطاب میں اللہ پاک نے "سمیتم" جمع کا صیغہ فرمایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا تعارف فرمایا کہ میں ان میں سے نہیں ہوں جو اللہ کا انکار کرتے ہیں اور آخرت کے بھی منکر ہیں بلکہ میں اپنے آباء و اجداد حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ہوں جو موحد تھے اور توحید کی دعوت دیتے تھے اور شرک سے دور دور کا تعلق نہیں تھا، اور شرک کی نفی فرمائی عقلی طور پر بھی کہ ہمیں یہ بالکل بھی زیب نہیں دیتا کہ اللہ ہی ہمارا خالق ہے اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے اور وہی ہمارا رازق ہے، ہمیں رزق دیتا ہے اور مالک وہی ہے جبکہ ہم اس کے ساتھ عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرائیں اور فرمایا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقیدہ توحید سے مالا مال فرمایا اور عقل اور علم سے نوازا ہے یہ اللہ کا بڑا فضل اور احسان ہے، نا صرف ہم پر بلکہ ہر اس شخص پر جو ہماری بات مانیں اور ہماری طرح موحد ہوجائے اور توحید کی دعوت بھی دے اور اللہ نے جو بھی نعمتیں عطا فرمائی ہوں اس پر شکر گزار ہوجائے، اس لئے کہ بہت سارے لوگ ناشکرے ہیں اور پھر شرک کی مزید قباحت ظاہر کرنے کے لئے ان سے سوال کیا اور انہیں سوچنے پر مجبور کیا کہ ہم جس شرک میں لگے ہوئے ہیں یہ عقل کے بھی منافی ہے۔ آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم ہی بتاؤ! بہت سے معبودوں کا الگ الگ عبادت کرنا ٹھیک ہے؟ یا صرف معبود حقیقی جو وحدہ لاشریک ہے کی عبادت کرنا ٹھیک ہے؟ مختلف دھاتوں سے تراشے ہوئے بتوں اور مورتیوں کے سامنے جھک جھک کر عبادت کرنا اور ان کے سامنے کھڑے رہنا اور مانگنا اس میں کیا سمجھ داری ہے؟ کیونکہ یہ آپ کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ دے سکتے ہیں۔ تو ان چیزوں کی عبادت سراپا

بے وقوفی نہیں ہے تو کیا ہے! صرف واحد لاشریک ذات جو ہم سب کا پیدا کرنے والا ہے کی عبادت کرنا ضروری ہے اور یہی میری بات ہے جو میں نے آپ کو پہنچادی ہے، تم بھی اس میں سوچو اور غور و فکر کرو۔

اور آپ علیہ السلام نے مزید یہ فرمایا کہ جو آپ کے معبود ہے یہ صرف نام کے معبود ہیں ان کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں ہے ان کے نام تم اور تمھارے باپ دادوں نے خود گھڑے ہیں اور خود ہی ان کو معبود بنایا ہے جبکہ ان کو تمھاری عبادت کا احساس تک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق و مالک ہے اور ہر فیصلہ وہی معتبر ہے جو ان کی طرف سے ہو، سو ان کی طرف سے تو ان چیزوں کے معبود ہونے کے بارے میں کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی، جو کچھ غیر اللہ کی عبادت ہے یہ بس تمھاری طرف سے گھڑی ہوئی ہے اور یہ سب باطل نظریات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تو یہ حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو یہ سیدھا راستہ ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے اور اپنی جہالت اور مماثلت سے شرک کو اختیار کر بیٹھے ہیں۔ [7]

دعوت و تبلیغ کے اصول و نصاب

اسی طرح قرآن نے اصول و آداب دعوت اور داعی کی ذمہ داریوں کے بارے میں مفصل اور جامع نصاب ذکر کیا ہے جس میں داعی کے آداب، ذمہ داریاں اور اصول و ضوابط تفصیل کے ساتھ ذکر ہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ و جادلہم بالتی ہی احسن ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ و ہو اعلم بالمہتدین۔[8]

ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کرکے دعوت دو اور (اگر بحث کی نوبت آئے تو) ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو، یقیناً تمھارا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور ان سے بھی خوب واقف ہے جو راہ راست پر قائم ہے۔ [9]

اس آیت میں دعوت و تبلیغ کا مکمل نصاب اصول و آداب کی مکمل تفصیل سموئی ہوئی ہے۔

تفسیر قرطبیؒ میں ذکر ہے کہ حضرت ہرم بن حبان کی موت کا وقت جب آیا تو عزیزوں نے درخواست کی کہ ہمیں وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ وصیت تو اموال میں ہوا کرتی ہے جو کہ میرے پاس نہیں ہے، لیکن میں تمہیں اللہ کے کلام کی آیات خصوصاً سورۃ نحل کی آخری آیتوں کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اس پر قائم رہو وہ آیات یہی ہے جو مذکورہ ہوئی۔

"دعوۃ" کے لفظی معنی بلانے کے ہیں، انبیاء علیہم السلام کا فرض منصبی یہ تھا کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے، تعلیمات نبوت و رسالت اسی دعوت پر منحصر ہے۔ [10]

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص طور پہ صفت بیان کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و داعیا الی اللہ باذنی و سراجا منیرا۔[11]

ترجمہ: اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے اور روشنی پھیلانے والے چراغ ہو۔ [12]

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اجیبوا داعی اللہ۔[13]

ترجمہ: اللہ کے داعی کی بات مان لو۔ [14]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر۔[15]

ترجمہ: اور تمھارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جس کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں اور بُرائی سے روکیں، ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ [16]

اور ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و من احسن قولا ممن دعا الی اللہ و عمل صالحا۔[17]

ترجمہ: اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف دعوت دے اور نیک عمل کرے۔[18]

قرآن میں اس لفظ کو کبھی دعوت الی اللہ کے عنوان سے بیان فرمایا ہے اور کبھی دعوت الی الخیر اور دعوت الی سبیل اللہ ماحصل سب کا ایک ہے کیونکہ اللہ کی طرف بلانے سے مراد بھی اللہ کے دین اور صراط مستقیم کی طرف بلانا مقصود ہے۔

مفسرین نے یہاں ایک نقطہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ "الی سبیل ربک" اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص صفت "رب" ذکر ہے اور پھر اس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اضافت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دعوت کا کام صفت ربوبیت اور تربیت سے تعلق رکھتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی تربیت فرمائی آپ بھی اسی تربیت کے انداز سے دعوت فرمائے کہ جس میں مخاطب کے حالات کی رعایت رکھ کے وہ طرز اختیار کی جائے کہ مخاطب پر بوجھ نہ بنے اور اس کا اثر زیادہ سے زیادہ ہو۔

لفظ دعوت میں بھی یہ مفہوم موجود ہے کہ پیغمبر کا کام صرف احکام کا پہنچانا نہیں بلکہ لوگوں کو اس کی تعمیل پر راغب کرنا ہے اور اگر دعوت دینے والا مخاطب سے ایسا کلام کرے جسے اس کو وحشت و نفرت پیدا ہو اور جس میں اس کی استہزاء و تمسخر ہو تو دعوت کا فریضہ اسے ادا نہیں ہوتا۔

"بالحکمۃ" یہ لفظ قرآن مجید میں بہت سے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، یہاں بعض مفسرین نے حکمت سے مراد قرآن کریم مراد لیا ہے، بعض نے قرآن و سنت دونوں اور بعض نے حجۃ قطعیہ قرار دیا ہے۔[19]

روح المعانی نے بحر محیط کے حوالہ سے حکمت کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

"انہا الکلام الصواب الواقع من اجمل موقع"۔[20]

یعنی حکمت اس بہترین کلام کا نام ہے جو موقع محل کے مطابق بیان ہو۔

اس تفسیر کی روشنی میں تمام اقوال یکجا ہو جاتے ہیں اور روح البیان میں اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی کہ حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعے انسان مقتضیات احوال کو معلوم کرکے اس کے مناسب کلام کرے، وقت اور موقع ایسا ہو کہ مخاطب پہ بار نہ ہو، نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی اختیار کرے اور جہاں صراحۃً بیان کرنے سے مخاطب کو شرمندگی ہو وہاں اشارات اور کنایات سے کلام کرے، یا عنوان ایسا منتخب کرے کہ جسے نہ تو مخاطب کو شرمندگی ہو اور نہ اس کو اپنے خیالات پر جمنے کا تعصب پیدا ہو۔

"والموعظۃ" موعظ اور وعظ کے لغوی معنی نصیحت، قول و فعل جسے اصلاح احوال کی کوشش کی جائے، جمع مواعظ۔[21]

"الحسنۃ" حسنہ کے لغوی معنی نیکی قول ہو یا فعل اور یہ سیئہ کی ضد ہے، یعنی ایسا عنوان استعمال کیا جائے جسے مخاطب کا دل مطمئن ہو اور وہ یہ محسوس کرے کہ آپ کی اس سے کوئی غرض نہیں، صرف اس کی خیر خواہی کے لئے کہہ رہے ہیں۔[22]

"و جادلہم بالتی ہی احسن" جادل یجادل مجادلۃ و جدالا جھگڑنا، بحث کرنا، کٹ حجی کرنا۔ یہاں مراد بحث و مناظرہ ہے۔[23]

"بالتی ہی احسن" سے مراد ہے کہ اگر دعوت میں کہیں بحث و مناظرہ کی ضرورت پیش آجائے تو وہ مناظرہ اور مباحثہ بھی اچھے طریقے کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

صاحب روح المعانی نے اچھے طریقے سے مراد گفتگو میں نرمی اختیار کرنا لینا ہے، دلائل ایسے پیش کیے جائیں کہ مخاطب آسانی سے سمجھ سکے اور مخاطب کے شکوک و شبہات دور ہوں اور وہ عناد کے راستے پہ نہ رہے۔[24]

اور یہ حکم صرف وہاں نہیں جہاں مخاطب مسلمان ہوں بلکہ غیر مسلم کے لئے بھی یہی حکم ہے جیسا کہ قرآن کی دوسری آیات اس پر مشاہد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و لا تجادلوا اہل الکتاب الا بالتی ہی احسن۔[25]

ترجمہ: اور (مسلمانوں) اہل کتاب سے بحث نہ کرو، مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو۔[26]

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

فقولا لہ قولا لینا۔[27]

ترجمہ: جاکر دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا۔ [28]

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ہدایت ہے کہ فرعون جیسے مشرک کافر کے ساتھ بھی نرمی کے ساتھ معاملہ کرو۔

یعنی جب اسلام اور دعوت و تبلیغ کا بہترین و عمدہ فریضہ انجام دیا جائے تو اس کے لئے ان تین زرین اصول و قواعد کی پابندی از حد لازمی اور ضروری ہے، اگر ان اصولوں کی پاسداری نہ کی جائے تو بہت ممکن ہے کہ اس مقدس اور پاکیزہ فریضہ میں رکاوٹیں اور دشواریاں پیدا ہوں اور بجائے فائدہ کے نقصان ہو اور بجائے مائل ہونے کے تنفر پیدا ہو۔

دعوت کے تین بنیادی اصول و آداب:

(۱) حکمت:

اس مقدس فریضہ کی پہلی کڑی حکمت ہے، یعنی نہایت مضبوط پختہ اور محکم مضامین اور واضح براہین کے ساتھ حکیمانہ اور ناصحانہ انداز سے سلجھے ہوئے اور نہایت مؤثر طریقے سے مخاطب کو حق بات سمجھائی جائے اور اسلام کے احکام، عقائد، اعمال، اخلاق اور معاملات سے انہیں روشناس کرایا جائے، اور عزم و ہمت کے ساتھ اس کو اطمینان دلایا جائے تاکہ اسلام کے محکم اور فطری عقائد، اعمال، اخلاق اس کے دل میں پیوست ہو جائے، جس کو سن کر ہر سلیم العقل شخص بشرطیکہ وہ حق کا متلاشی ہو سر تسلیم خم کردے، اور وہ یہ اچھی طرح تسلیم کرے کہ دنیا کی اختراعی اور موہوم منطق اور خیالی فلسفے وحی الٰہی کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتی، اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ دعوت و تبلیغ کے اس مرحلہ میں افہام اور تفہیم کے اس مؤثر ذریعہ سے کچھ نیک بخت ارواح ضرور متاثر ہونگی اور خسران و گمراہی کی راہ سے ہٹ کر فلاح و کامیابی کی تلاش میں صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں گی اور اس انقلاب کے بعد وہ اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ اور عمل کو سننے کی طاقت اپنے اندر نہیں پائیں گے اور غیر اسلامی زندگی سے انہیں اس حد تک نفرت ہو جائیں گی کہ اپنے شفیق ماں اور مہربان باپ سے بھی وہ کفر و شرک اور بدی کی بات سننے کو گوارا نہیں کرے گا اور ہر غلط بات کو یہ کہہ کر ٹھکرا دے گا کہ اب تو ہمارے کانوں کو ایسی باتیں سننے کے لئے قوت شنوائی باقی نہیں رہی اور اسلام کا عشق اور محبت اس پر ایسا غالب آجائے کہ مادیت کی تہ بستہ ظلمت اور تاریکی سے نکل کر روحانیت کی طرف جست لگائے اور اپنی سابقہ زندگی پر بھی آنسو بہائے۔ [29]

(۲) الموعظۃ الحسنۃ:

اس مبارک عمل کا دوسرا دور موعظہ حسنہ ہے کہ ایسے مؤثر اور رقت آمیز طریقہ بہترین اور اعلیٰ مثال خوش آئند وعظ و پند، عبرت سے بھرے ہوئے واقعات اور ترہیب و ترغیب کے ذریعے مخاطب کے کانوں میں آواز حق پہنچائی جائے جن کے نرم خوئی کے ساتھ ساتھ دردِ دل بھی ہو اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بعض اوقات اخلاص، ہمدردی اور اچھے اخلاق کا برتاؤ پتھر دل کو بھی موم کی طرح نرم کئے بغیر نہیں چھوڑتا جس سے مُردہ روحیں زندہ ہو جاتی ہے اور دلوں کی اجڑی ہوئی بستیاں دفعۃً آباد ہو جاتی ہے اور بعض طبیعتیں تو ترغیب و ترہیب سننے سے ہی حق کی طرف ایسے بیتابانہ دوڑنے لگتی ہے اور حق کی جستجو میں لگ جاتی ہیں اور خصوصاً وہ لوگ جو زیادہ اونچے اور ذکی الفہم نہیں ہوتے لیکن حق کی چنگاری اپنے سینے میں دبائے ہوئے ہوتے ہیں ان کو ایسے رقت آمیز وعظ و پند سے ایسا بہتر اور جلدی فائدہ حاصل ہوتا ہے جو بلند پایہ اور عالی تحقیقات کے ذریعے ممکن نہیں ہوتا، ایسے لوگوں کو بلند پایہ اور صحیح مثالوں سے ہی تسلی حاصل ہو سکتی ہے اور مستند، تاریخی واقعات اور حالات پڑھ کر یا سن کر ہی اسلام اور اسلامی زندگی کے ساتھ مانوس ہو سکتے ہیں۔ اور اس طریقے سے اسلام کی حقانیت اور صداقت ان کے ذہن میں بیٹھ کر دل میں اتر سکتی ہے۔ بقول شخصے

شاید کے اتر جائے تیرے دل میں میری بات

ایسے حق پسندوں کے دلوں پر ہلکا سا پردہ ہوتا ہے جو آفاقی دلائل اور واضح بیانات دے کر خود بخود اتر جاتا ہے جیساکہ عصائے موسوی دیکھ کر مخالفین کے دلوں سے کفر و جحود کا پردہ زائل ہوا تھا، پھر ہر قسم کی فرعونی دھمکیوں سے وہ بے خوف و خطر ہوئے اور دل و جان میں ظاہر و باطن کو اسلام پر جانثار کرنے کے لئے جان کو ہتھیلی میں رکھ کر پھرتے رہتے تھے، اور ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے یہ کہہ کر سہہ لیتے ہیں کہ **لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا** (یعنی ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے)۔

(۳) مجادلہ:

اس فریضے کا آخری اُصول **و جادلہم بالتی ہی احسن** ہے کہ جب دعوتِ حق کا داعی اور مبلغ جب پہلے دونوں اُصولوں پر عمل پیرا ہونے کے باوجود یہ محسوس کرلے کہ یہ اس سرکش اور متمرد کے لئے سود مند ثابت نہیں ہوئی، اور وہ اپنی فطرتِ سوء کی وجہ سے بحث و مباحثہ اور مجادلہ پر اتر آیا ہے تو داعی اس تیسری مشق کو اختیار کر سکتا ہے اور بدقسمتی سے اس فانی دنیا میں ہمیشہ ایسے لوگ رہے ہیں جسکو سیدھی سادھی بات کو الجھانا اور ہر چیز میں کج بحثی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ یہ ضدی اور باغی نہ تو حکمت اور دانائی کی باتوں کو قبول کرتا ہے نہ مؤثر اور بلیغ وعظ و نصیحت کو سننے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں بلکہ وہ انسان اَور امکانی کوشش کو بروئے کار لاکر حق سے گریز کرتے ہیں۔

بقول کسے

خوئے بد را بہانہ پائے بسیار

ہر بات میں بے جا بحث و مباحثہ اختیار کرنا ان کی طبیعت میں ہوتی ہے تو داعی حق عالی حوصلگی اور وسیع ظرفی کے ساتھ ایک مہربان باپ ایک شفیق ماں ایک ہمدرد استاد اور ایک خیر خواہ حکیم کیطرح خود اس روحانی بیمار کی بیماری اور علالت کے اصل اسباب و علل پر ہاتھ رکھ کر اس کی نبض دیکھے اور اس بیماری کے مرکزی نقطہ کو لے کر معقول طریقہ پر اس سے تبادلۂ خیالات کرے اور تہذیب و شائستگی اور انصاف پسندی کے عمدہ اصول کو مد نظر رکھ کر نہایت خوش اسلوبی اور خوش خلقی کے ساتھ اس سے بحث و مباحثہ و مجادلہ کرے اور اس کی نامعقول کج بحثیوں کی دھجیاں منتہائے آسمان میں بکھیر کر رکھ دے اور ایسے عمدہ طریقے سے اس کے فرسودہ دلائل اور براہین کے بخئے ادھیڑ دے تاکہ اسے لاجواب کرکے اسے فبہت الذی کفر کا سماں خوب اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آجائے اور شکست فاش اور حیرت کے بعد بشرط انصاف اور یقینی عقائد و اعمال کو قبول کرنے پر عملی اور تحقیقی طور پر مجبور ہو جائے اور اس کا دل اسلام کی حقانیت اور صداقت پر شہادت دے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بے نیاز ہو کر حق الیقین کے بلند پایہ مقام کو پہنچ کر خود ہی زبان سے "لاریب فیہ" کے الفاظ سے صداقتِ اسلام کا اقرار کرے اور اقرار بھی اس عزم و یقین کے ساتھ کہ ہر قسم کے طوفان اور جانی و مالی تکلیفیں اور صعوبتیں اس کے پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش پیدا نہ کر سکیں اور قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کی عملی تفسیر بن جائے۔ [30]

حوالہ جات

۱- السیوطی، جلال الدین، حسن المحاضرۃ، (دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر) ۱:۱۱۰

۲- السیوطی، جلال الدین، التحدث بنعمۃ اللہ، (المطبعۃ العربیۃ الحدیثیۃ، مصر) ۸۸:۹۰

۳- چشتی، ڈاکٹر عبد الحلیم، تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی، (الرحیم اکیڈمی، کراچی) ۱۱۸

۴- الغزی، محمد بن محمد نجم الدین، الکواکب السائرۃ، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ) ۱:۲۲۹-۲۳۲

۵- بلند شہری، مولانا محمد جمال، جمالین فی شرح جلالین. (کراچی: زمزم پبلیشرز، ۲۰۱۱ء) ۱:۳۹-۴۱

۶- العرابی، الدکتور. عامر بن علی، سلسلۃ الرسائل الجامعیۃ. (جدہ: دار الاندلس الخضراء،) ۱۶۸-۱۷۳

۷- آلوسی، محمود بن عبد اللہ روح المعانی (بیروت: دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۴).. ۱۱-۱۲:۴۳۱-۴۳۲

۸- النحل ۱۶:۱۲۵

۹- عثمانی، مفتی محمد تقی. آسان ترجمہ قرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۱۰). ۵۹۸

۱۰- قاسمی، مولانا وحید الزمان. القاموس الوحید (. لاہور-کراچی: ادارہ اسلامیات، س،ن) ۵۲۷

۱۱- الاحزاب ۳۳:۴۶

۱۲- عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، ۸۹۷

۱۳- الاحقاف ۴۶:۳۱

۱۴- عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، ۱۰۵۷

۱۵- العمران ۳:۱۰۴

۱۶- عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، ۱۶۱

۱۷- حم سجدۃ ۳۲:۳۳

۱۸- عثمانی، آسان ترجمہ قرآن. ۱۰۰۷

۱۹- آلوسی، محمود بن عبد اللہ.. روح المعانی (. بیروت: دار الکتب العلمیہ. ۱۹۹۴) ۱۱-۱۲:۴۰۰

۲۰- آلوسی، محمود بن عبد اللہ. (.........). روح المعانی (. کوئٹہ / لاہور: مکتبہ رشیدیہ) ۱۳-۱۴: ۶۵۸

۲۱- قاسمی، مولانا وحید الزمان.. القاموس الوحید (کراچی: ادارۂ اسلامیات ۲۰۰۱) ۱۸۷۲

۲۲- ایضاً، ۳۴۰

۲۳- ایضاً: ۲۴۰

۲۴- آلوسی، محمود بن عبد اللہ. (.........). روح المعانی. ۱۳-۱۴: ۶۶۰-۶۶۱

۲۵- العنکبوت: ۲۹: ۴۶

۲۶- عثمانی، مفتی محمد تقی.. آسان ترجمہ قرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن. ۲۰۱۰) ۸۴۵

۲۷- طٰہٰ ۲۰: ۴۴

۲۸- عثمانی. آسان ترجمہ قرآن.، ۶۷۲

۲۹- سرفراز خان صفدر. تبلیغ اسلام (گوجرانوالہ: مکتبہ صفدریہ. ۲۰۱۰ء،) ۴۷-۴۹

۳۰- ایضاً، ۵۱